حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

سلطان القلم ہونے کا اعجاز ۔ 24 پہلو

حضرت مسیح موعود کا ایک عظیم الشان معجزہ ''سلطان القلم'' ہونے کے حوالہ سے ہے۔ قادیان کی ایک گمنام اور کور دہ بستی میں پیدا ہونے والا وجود جس نے معمولی ابتدائی تعلیم اور معمولی عربی فارسی گھریلو اساتذہ سے حاصل کی ہو۔ وہ قلم ہاتھ میں پکڑتا ہے اور علوم الٰہیہ کے دریا بہا دیتا ہے۔ یہ سوائے خدا کی خاص تقدیر او رنصرت کے ممکن نہیں۔

سلطان القلم کے معنے ہیں مملکت قلم کا بادشاہ۔ یعنی ایسا شخص جو تحریر او رتصنیف میں ایسا کمال رکھتا ہو کہ اس فن کے ہر مفید شعبہ میں اور نتائج میں وہ غالب نظر آئے۔ چنانچہ سلطان القلم ہونے کے اعزاز نے کس طرح اپنا آپ منوایا۔ یہ ایک دلچسپ اور ایمان افروز مضمون ہے۔ جس پر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے قلم اٹھایا۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے اس اعجاز کے پہلو اختصار کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔

عبدالسمیع خان

1۔ کثرت تصانیف:

آپ کی 88 کے قریب تصانیف ہیں۔ بیسیوں مضامین، 300 اشتہارات، 700 کے قریب مکتوبات ہیں۔

2۔ طویل زمانہ تصانیف:

آپ کا زمانہ تصنیف قریباً 1875ء سے 1908ء تک یعنی 33 سال بنتا ہے۔

3۔ مختلف زبانیں:

آپ کی تصانیف صرف ایک زبان میں نہیں بلکہ ہندوستان کی تینوں علمی زبانوں اردو، عربی اور فارسی میں ہیں۔

4۔ کثرت اشاعت:

یہ کتب آغاز سے مسلسل شائع ہو رہی ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

5۔ حفاظت:

یہ تصانیف بعینہٖ جس طرح پہلی دفعہ شائع ہوئیں اسی طرح محفوظ ہیں اور سوائے کتابت کی معمولی غلطیوں (جیسے آیات قرآنی) کے ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی۔ بلکہ مجموعہ کتب شائع کرتے وقت ہر کتاب کے پہلے ایڈیشن کے صفحات نمبر بھی محفوظ کئے گئے ہیں۔

6۔ تراجم:

یہ کتب دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ کی جا رہی ہیں۔ بہت سی کتب کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کے ترجمہ کی صحت اور عمدہ زبان کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ جو کتب عربی اور فارسی ہیں ان کے اردو تراجم بھی کئے جا چکے ہیں۔

7۔ دائمی نفع بخش تحریریں:

حضرت مسیح موعود کی تحریریں وقتی نہیں بلکہ دائمی طور پر مفید ہیں۔ کیونکہ ان میں اخلاق، مذہب، تزکیہ نفوس اور صفات الٰہی غرض مذہب کے ہر شعبہ کے متعلق نئے علوم بیان کئے گئے ہیں۔ اسی لئے تو حضور پر یہ وحی نازل ہوئی کہ '' آسمان سے بہت دودھ اترا ہے۔ اسے محفوظ رکھو۔'' یعنی ایسے علوم و معارف کا نزول ہوا ہے کہ جماعت کو حکم ہوا۔ ان تصانیف کو آئندہ نسلوں اور زمانوں کے لئے محفوظ رکھیں۔ مخالفین نے بھی اقرار کیا ہے کہ آپ کا لٹریچر ہمیشہ آئندہ دین کی امداد میں کام آئے گا۔

8۔ فصاحت و بلاغت:

کوئی کتاب کہیں سے اٹھا کر پڑھ لو۔ اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ یہ تحریر فصیح و بلیغ ہے۔

9۔ روحانی اثرات:

حضرت مسیح موعود کی کتب غیر معمولی روحانی تاثیرات اپنے اندر رکھتی ہیں۔ ہزاروں لوگوں نے محض ان کتب کو پڑھ کر یا چند سطریں اور صفحے پڑھ کر حق کو قبول کیا۔ عربی کتب کو پڑھ کر عرب مبہوت ہو گئے۔ آپ کی کتاب جلسہ مذاہب عالم لاہور میں سینکڑوں لوگوں نے کئی گھنٹے تک سنی اور ایک سحر کے عالم میں فیضیاب ہوئے۔ اسی لئے تو ان کتب کے پڑھنے اور اشاعت سے روکنے کے لئے قانون سازی کی جاتی ہے اور سزائیں دی جاتی ہیں۔

10۔ معارف اور آسمانی علوم کا ذخیرہ:

حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں لفاظی نہیں۔ بلکہ حضور کی تمام تصنیفات میں ٹھوس علمی حقائق و معارف ہیں اور آئندہ کی عظیم الشان خبریں۔

11۔ عقلی اور علمی دلائل:

عقلی باتوں اور عجیب در عجیب علمی دلائل سے سب تصنیفات لبریز ہیں۔ مثلاً ذات باری کے متعلق ہوا چاہئے اور ہے کے لفظ کا استعمال اور عقل کے ساتھ الہام کی ضرورت۔ یا وحی الٰہی اور عقل انسانی کا لاینفک جوڑ جیسے روشنی اور آنکھ کا تعلق ہوتا ہے۔ یا جسمانیات سے روحانیت کی طرف دلائل اور استنباط۔ اسی طرح لغت سے عمیق در عمیق معانی کا استنباط۔ مثلاً کلمہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کے معنے اور لفظ لعنۃ کے معنی سے عیسائیت کا رد۔ استعارات کی حقیقت۔ زبان عربی کا اُمّ الْاَلْسِنَۃ ثابت کرنا۔ سچے مذہب کی آسان شناخت کی ترکیبیں جو نسیم دعوت میں بیان کی گئی ہیں۔ نیز مقابلہ کے وقت ہر مذہب کی جڑ کو کاٹنا بجائے اس کے کہ فروعی بحثوں میں پڑیں۔ اسی طرح جو کتاب خدا کی طرف سے ہے وہ اپنا ہر دعویٰ بھی خود بیان کرے اور ہر دلیل بھی خود ہی دے۔ غرض ایک بحر ذخار دلائل اور علوم اور عقلی باتوں کا ہے۔ جو حضور کی تصنیفات سے دستیاب ہے۔ آپ کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس زمانہ میں ایک نیا علم کلام ایجاد کیا ہے۔ جس سے پہلا علم کلام منسوخ اور بیکار ہو گیا۔

12۔ نئی اصطلاحیں ایجاد کیں:

مثال کے طور پر زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ مذہب اسی طرح امتی نبی، آپ کی ایجاد ہیں اور اب دوست دشمن سب ان الفاظ کو ان معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ جن کے لئے آپ نے ان کو وضع کیا تھا۔

اس قسم کے بہت سے الفاظ اور اصطلاحیں آپ کی ایجاد کردہ ہیں۔ اس کے علاوہ بعض فقرے اس طرز کے آپ نے لکھے ہیں کہ مخالفین نے بھی ان کو پسند کر کے سرقہ کیا ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا بعض لوگوں کے دل سے ایمان اس طرح اڑ جاتا ہے۔ جیسے کبوتر اپنے گھونسلے سے۔ یہی فقرہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تحریروں میں استعمال کیا۔

13۔ نظم اور نثر:

نثر اور نظم دونوں آپ کی تصانیف میں موجود ہیں۔ یعنی قلم نے صرف نثر میں ہی کمال نہیں دکھایا۔ بلکہ تحریر کے دوسرے حصہ نظم میں بھی عجیب کمال دکھلایا ہے۔ اس کے لئے فارسی اور اردو درثمین ملاحظہ فرمائیے کہ ایک ایک شعر دل کے ٹکڑے اڑا دینے کے لئے کافی ہے۔

پھر ایک کمال حضور کی نظم کا یہ ہے کہ نہ صرف وہ شعر کے لحاظ سے لطیف ہوتی ہے۔ بلکہ مسلسل لمبے لمبے مضامین اور حقائق معارف اور واقعات بیان کرنے میں بھی کمال رکھتی ہے۔ مثلاً باوا نانکؒ کا قصہ اور براہین احمدیہ حصہ پنجم کی ہر دو نظمیں اور براہین کی نظمیں۔ آنحضرت ﷺ کے محامد اور قرآن مجید کی صداقت کے متعلق ایک نمونہ دیکھئے۔ محبوب ازلی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

ترے کوچے میں کن راہوں سے آؤں ۔۔۔ وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں ۔۔۔ خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
محبت چیز کیا کس کو بتاؤں ۔۔۔ وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں ۔۔۔ یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں

کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

اسی طرح الہام الٰہی کی ضرورت کو کیسے لطیف الفاظ میں ادا کیا ہے۔

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل — کیوں کر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی — حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

اسی طرح جہاں جہاں نظم میں انسان کے دل کے جذبات یا صحیفہ فطرت کے حالات کو بیان کیا ہے وہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیچر کا سب سے بڑا راز دان شاعر ہے جو ان باتوں کا نقشہ کھینچ رہا ہے یا ایک عارف ہے جو خدائی راز عرش کے پرے سے لا کر اس عالم ناسوت میں افشا کر رہا ہے۔ نیز نثر میں ہر قسم کا کلام اور ہر قسم کی مفید صنعت موجود ہے۔ چنانچہ ناول کا رنگ بھی اموی کے قصہ میں دیکھ لو۔ اگر اس قصہ کو کسی اور طرح لکھا جاتا تو کبھی وہ ایسا موثر اور نیوگ کی حقیقت کو ظاہر کرنے والا نہ ہوتا جیسا کہ اب ہے۔

14۔ اردو پر احسان:

اردو کو ایک علمی زبان بنا دیا اور اب یقیناً دشمنان اردو کی جدوجہد کے باوجود یہ امر محال ہے کہ یہ زبان فنا ہو سکے۔ کیونکہ دنیا کے آئندہ مذہب کی بنیاد آپ کی اردو تصانیف میں ہے۔

15۔ ہر قابلیت کے لئے تحریریں:

ادنیٰ فہم سے اعلیٰ فہم تک سب کے لئے حضور کی تحریریں مفید ہیں۔ یہ نہیں کہ تحریر کا پایہ ایسا مشکل ہو کہ عوام نہ سمجھ سکیں۔ یا ایسا مبتذل ہو کہ اعلیٰ لوگ ناپسند کریں بلکہ ہر فہم اور استعداد کے لئے ان میں پورا مصالحہ موجود ہے اور ہر طبقہ میں مقبول ہیں۔

16۔ مختلف مضامین:

ضمنی طور پر بیسیوں مضامین کا استنباط ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر ایک جگہ وفات مسیح پر حضور کا مضمون آپ پڑھنے لگیں۔ تو استنباطاً اور ضمناً کئی نئے مضامین جن کا بظاہر کوئی تعلق اصلی مضمون سے نہ ہوگا۔ اس میں سے نکلتے آئیں گے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ کا دماغ ان علوم کے نئے چشموں کو نکلتا دیکھ کر حیران رہ جائے گا۔

دراصل یہ خاصہ خدا تعالیٰ کے کلام کا ہے اور ظلی طور پر ان لوگوں کو بھی عطا ہوتا ہے۔ جو اس درگاہ سے اشد تعلق رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے بھی تو فرمایا ہے کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں۔ یہ معجزہ ہے اور حضور کی صداقت پر ایک عظیم الشان دلیل۔

17۔ نئے علوم اور نئے دلائل:

صرف تالیفات نہیں بلکہ تصنیفات ہیں یعنی پہلے لوگوں کے لکھے ہوئے مضامین یا ان کی کتابوں سے اخذ کئے ہوئے مضامین نہیں۔ جو اپنی عبارت میں بیان کرتے ہیں۔ بلکہ حضور کی تصنیفات ایک نئی چیز ہیں۔ جو نئے علوم، نئے دلائل، نئے حقائق اور نئے مضامین سے مملو ہیں۔

18۔ مقام تقدس:

دنیا میں ایک جماعت کے نزدیک ان تصنیفات کو درجہ تقدس حاصل ہے اور وہ ان کی نظر میں معمولی انسانی تصنیفات نہیں سمجھی جاتیں۔ بلکہ اس جماعت کے عقائد اور ایمانیات میں داخل ہیں اور ان کے تمام جھگڑے اور اختلافات انہی سے فیصلہ پاتے ہیں۔ پس یہ مقام تقدس ایک خصوصیت ہے۔ جو دیگر تصانیف دنیاوی کو حاصل نہیں۔

19۔ آخر تک سلطان القلم:

سلطان القلم وہی ہے جو آخر تک سلطان القلم رہے۔ نہ یہ کہ انحطاط عمر کے ساتھ اس کا زور قلم بھی کم ہوتا جائے۔ یا تحریر کا کام بالکل بند ہی ہو جائے۔ حضور 74 سال کی عمر کے قریب جا کر فوت ہوئے۔ مگر باوجود بڑھاپے اور امراض کے زور قلم کا یہ حال ہے کہ آخری کتاب جو چشمہ معرفت ہے۔ قوت اور بلند پروازی اور فصاحت و بلاغت اور جوش و خروش اور روانی کلام میں براہین احمدیہ سے جو تیس سال پہلے کی تصنیف ہے۔ ٹکر کھاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریائے ذخار ہے۔ جو جوش مار رہا ہے۔ یا ایک سمندر ہے جو تلاطم میں ہے۔ غرض فوت ہونے کے وقت تک قلم ہاتھ میں رہا اور ایسا رہا کہ اس کا آخر اس کے اول کی نسبت زیادہ شاندار ہے۔

20۔ خدا سے براہ راست فیض پانا:

مصنف اپنی نثر یا نظم یا اس کے متعلقہ علوم میں خدا سے براہ راست فیض یافتہ ہے اور کسی انسان کا شاگرد نہیں ہے۔ مگر باوجود اس کے اس کا طرز تحریر تمام متقدمین سے جدا ہے۔ نہ الجھے دار عبارتیں ہیں۔ نہ لفاظی اور فضول تک بندی۔ اور بے معنی لغویات جن پر متقدمین کو بڑا فخر تھا۔ ہاں صرف ایک بات تھی کہ جہاں عربی میں عرب اور عجم کے علماء کے مقابلہ پر زبان دانی اور لغت میں اپنے علم کا اظہار کیا ہے۔ وہاں چونکہ ان کے ساتھ خاص میدان میں مقابلہ تھا۔ اس لئے اس رنگ میں بھی وہ کمال ایسا دکھلایا کہ سب علماء مقابلہ سے عاجز رہ گئے۔

غرض سوائے خاص مقابلہ زبان عربی اور لغت عربی کے جہاں اور جو جو کچھ تصنیف کیا ہے وہاں تمام تصنیف نیچرل اور سادہ اور صاف اور رزودفہم اور موثر ہے اور سچے جوش اور خیر خواہی مخلوق کے چشمہ سے نکلی ہوئی نظر آتی ہے اور کسی جگہ کوئی تصنع اور عبارت آرائی مقصود نہیں۔

21۔ ہر حالت میں تصنیف:

مجلس خلوت جلوت، دن رات، سفر و حضر، تندرستی و بیماری، ہر حالت میں تصنیف ہوا کرتی تھی۔ ایک بے تکلفی اور روانی تھی۔ جسے کوئی حالت روک نہ سکتی تھی۔ چنانچہ جنگ مقدس عین دوران مباحثہ آتھم میں ایک بڑی مجلس میں لکھا گیا۔ اسی طرح سرمہ چشم آریہ کا مباحثہ ماسٹر مرلیدھر کے ساتھ باقی حالات کو آپ کے پاس رہنے والے خوب جانتے ہیں۔

بعض دفعہ روانی کا یہ عالم تھا کہ پریس والے اور کاتب پیچھے رہ جاتے تھے۔ مگر آپ کی تحریر دونوں سے آگے نکل جاتی تھی۔ یہی حالت اشعار کی تھی کہ قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے تھے۔ یہ نہیں کہ بار بار تصحیح اور کانٹ چھانٹ ہو رہی ہے۔ اگر کبھی کچھ کاٹا ہوتا۔ تو پہلی ہی دفعہ تصنیف کے وقت ہی قلم زن کر دیا جاتا اور شاذ کے طور پر۔

22۔ عربی تحریر کا معجزہ:

عربی تحریر میں ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ لکھتے لکھتے ایک لفظ کی ضرورت پڑی وہ الہاماً نازل ہو گیا۔ پیچھے ڈکشنری میں دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ واقعی اس معنے کے لئے لغت میں وہی لفظ نہایت موزوں تھا۔

23۔ تصانیف کے متعلق تحدی:

ایک اور بڑا معجزہ یہ بھی تھا کہ کئی کتابیں تصنیف فرما کر تحدی کے ساتھ اور ہزاروں روپے انعام کے ساتھ دنیا کے تمام علماء کے سامنے پیش کر دیں اور ان کو مل کر اور متحد ہو کر مقابلہ کرنے کی اجازت بخشی اور اپنی تصنیف کی مدت سے زیادہ ان کو مہلت دے دی اور منصف بھی ان کے ہی مقرر کر دیئے۔ مگر آج تک کوئی شخص ایسا نہ اٹھا کہ مقابلہ کرتا یا انعام حاصل کر لیتا۔ یا ویسی کتاب ہی اس مدت میں لکھ دیتا۔ یا انعام کا دعویٰ ہی کرتا۔

غرض دنیا بھر کے علماء اور فضلاء کے قلم اس طرح توڑ دیئے کہ سوائے مبہوت اور ناکام ہو کر رہ جانے کے ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہا اور جس طرح کسی سلطان کی حکومت میں کوئی اور شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس سلطان القلم کے مقابلہ میں کوئی شخص خواہ وہ عرب ہو یا غیر عرب، زبان دان ہو یا عالم، ایک سطر بھی لکھ کر مقابلہ میں نہ آیا بلکہ سب پشت پھیر کر بھاگ گئے۔

سوائے خدا کے خاص کلام کے دنیا میں پہلی دفعہ یہی ایک سلطان القلم تھا۔ جس نے خود اپنی طرف سے کتابیں تحریر کر کے ان کو تحدی کے ساتھ مدت مقرر کر کے بوعدہ انعام زر کثیر اس علمی زمانہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ مگر علمی دنیا اس کا مقابلہ نہ کر سکی۔

24۔ دشمن کا اعتراف:

دشمن نے بھی آپ کے قلم کا سکہ مانا۔ چنانچہ اشد المعاندین مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں:

"اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں

یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔جس کی نظیر آج تک (دین) میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں اور اس کا مؤلف بھی (دین) کی مالی و جانی و قلمی ولسانی وحالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے...... میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔"

اسی طرح اخبار وکیل امرتسر نے حضور کی وفات کے بعد لکھا:

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔......مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔......اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام کر چکا ہے۔ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔......غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر (دین) کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا کہ جو اس وقت تک کہ......کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت......کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے (دین) کی بہت خاص خدمت سرانجام دی ہے۔......ان کی آریہ سماج کی مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے۔ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظرانداز کی جا سکیں۔......آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔جو اپنی اعلیٰ خواہشیں اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔"

(ماخوذ الفضل 26 مئی 1931ء)

مشہور شہر

کاسا بلانکا

مراکش کا مشہور شہر

کاسابلانکا (kasablanca) کا صحیح تلفظ کاسا بلانگ کا (kasablan gka) ہے۔عربی زبان میں اسے دارالبیضاء بھی کہتے ہیں۔یہ بندرگاہی شہر مغربی مراکش میں 33.20 درجے شمال اور 71.25 درجے مغرب میں بحر اوقیانوس پر واقع ہے۔چونکہ شہر کے اکثر مکانات سفید ہیں اس لیے سولھویں صدی میں اس کا نام دارالبیضاء پڑ گیا۔

اس کی بندرگاہ کو شمالی افریقہ میں اہم مقام حاصل ہے۔کیونکہ گردونواح کے ممالک کی تجارت کا بھی بڑا ذریعہ ہے۔سطح سمندر سے اس کی بلندی 203 فٹ ہے۔اس کا رقبہ 90 مربع کلومیٹر اور تخمینی آبادی چونتیس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

یہ شہر کب آباد ہوا اس کے متعلق تاریخ کی کتب کچھ کہنے سے قاصر ہیں البتہ 12 ویں صدی عیسوی میں یہاں انفا نامی ایک گاؤں آباد تھا پھر یہ جلد ہی بحری قزاقوں کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا اور اسی کے نتیجے میں پرتگالیوں نے 1468ء میں اس پر قبضہ کر کے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔آج کل کاسابلانکا ایک مشہور اور فیشن ایبل ضلع انفا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

1515ء میں پرتگالی اس گاؤں کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے یہاں آئے اور انہوں نے کاسا برانکا (casa branca) کے نام سے یہ گاؤں آباد کیا۔پرتگالی زبان میں کاسابرانکا کا مطلب بھی سفید گھر ہے۔

1755ء میں یہاں شدید زلزلہ آیا جس سے اسے خاصا نقصان اُٹھانا پڑا۔18 ویں صدی کے علوی سلطان محمد ابن عبداللہ نے اس شہر کو از سرنو آباد کیا۔مراکش کے حکمران ان دنوں غیر ملکی تجارت میں دلچسپی نہ رکھتے تھے اور اسی بناء پر انہوں نے کاسابلانکا کی بندرگاہ کو ہسپانیوں کے سپرد کر دیا۔چنانچہ ہسپانوی تاجروں نے اس کا نام کاسابلانکا رکھ دیا۔ایک عرب ملک ہونے کے باوجود یہ آج تک کاسابلانکا کے نام سے مشہور چلا آ رہا ہے۔حالانکہ اس کا عربی نام دارالبیضاء ہے۔1907ء میں یہاں اس بناء پر ہنگامے ہوئے کہ یورپی تعمیراتی مزدوروں نے شادیا قبیلہ کے قبرستان کو منہدم کر دیا تھا جس کے نتیجے میں آٹھ یورپی مزدور ہلاک ہو گئے اور یہ حادثہ فرانسیسی فوجوں کی مداخلت کا سبب بنا۔فرانسیسی فوجوں نے ہزاروں مراکشی لوگوں کو اپنے ظلم وستم کا بھی نشانہ بنایا۔

1912ء تا 1956ء یہ شہر فرانسیسیوں کے قبضے میں رہا۔فرانسیسی گورنر نے اس کی بندرگاہ کو افریقہ کی بندرگاہوں میں اہم مقام دلانے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔17 مئی 2003ء کو یہاں دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوا جس کے نتیجے میں 41 افراد ہلاک اور 100 زخمی ہوئے۔

کاسابلانکا کانفرنس

14 تا 26 جنوری 1943ء کو یہاں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر روز ویلٹ اور برطانوی وزیر اعظم سرونسٹن چرچل کے مابین ملاقات ہوئی۔اس ملاقات میں محوری طاقت کے خلاف غیر مشروط اطاعت تک جنگ جاری رکھنے کا عہد کیا گیا تھا۔

کاسابلانکا بطور مالیاتی مرکز

کاروباری اعتبار سے اس شہر کو مراکش کا اقتصادی دل کہا جاتا ہے یہاں ملک کے تمام بڑے بنکوں کی شاخیں ہیں جہاں بہت زیادہ مالی لین دین ہوتا ہے۔

قابل دید مقامات

شہر میں بہت سے قابل دید مقامات ہیں لیکن سب سے اہم شاہکار حسن دوم مسجد ہے جس کا شمار دنیا کی بڑی مساجد میں ہوتا ہے اور شاید یہ خوبصورت ترین مسجد بھی ہے۔اسے 1993ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔

محمد پنجم سکوئر

یہ بھی مقبول عوامی جگہ ہے۔شہر کے وسط میں ہونے کی وجہ سے بارونق بھی ہے۔یہاں آپ مورش اور ڈیکو طرز تعمیر کے نمونے دیکھ سکتے ہیں۔

صنعتیں

کاسابلانکا ایک صنعتی شہر بھی ہے۔یہاں شیشے کی مصنوعات تیار کرنے، آٹا پیسنے، لکڑی کاٹنے، فرنیچر تیار کرنے، چمڑا رنگنے، شراب کشید کرنے اور ملکی مصنوعات تیار کرنے کے کارخانے ہیں اور اس بناء پر شہریوں کو روزگار کے مواقع بھی میسر ہیں۔

تفریحی مراکز

قومی عجائب گھر، ٹیلی ویژن سٹیشن (قائم شدہ 1962ء) اور متعدد پارک شہریوں کو عمدہ تفریح مہیا کرنے کا باعث ہیں۔

تعلیمی ترقی

تعلیمی اعتبار سے یہ شہر پسماندہ نہیں ہے یہاں متعدد کالج اور ایک یونیورسٹی بھی ہے۔

مواصلاتی ترقی

مواصلاتی اعتبار سے بھی یہ ایک ترقی یافتہ شہر ہے یہاں کے ریلوے سٹیشن سے مراکش کے تمام شہروں میں جا سکتے ہیں۔شہر میں بسیں اور ٹیکسیاں چلتی ہیں۔کاسابلانکا کے ہوائی اڈے کا نام محمد پنجم انٹرنیشنل ایئرپورٹ ہے۔یہ شہر کے وسط سے جانب جنوب 30 کلومیٹر کی دوری پر ہے۔یہاں سے آپ دنیا میں کہیں بھی جا سکتے ہیں۔

سکونتی مقامات

سیاحوں کی رہائش کے لئے بین الاقوامی معیار کے ہوٹل بھی ہیں۔ان ہوٹلوں میں ایشیائی، عربی، اطالوی، فرانسیسی اور ہسپانوی کھانے بھی دستیاب ہیں۔

مشہور شہر

لاس اینجلس۔ امریکہ کا مشہور شہر

یہ شہر بحر الکاہل اور سانتا سوسانہ اور سان جبریل (San Gabriel) پہاڑوں کے مابین واقع ہے۔ اس کا رقبہ 747 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کا اصل نام نویسٹرا سینورا رینا ڈی لاس اینجلس (nuestra senora reina de los angeles) ہے۔ یہ کیلیفورنیا ریاست کا ایک اہم شہر ہے۔ اس کی موجودہ آبادی دو کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

اسے ہسپانیوں نے 1781ء میں آباد کیا 1846ء میں امریکی بحریہ نے میکسیکو سے چھین لیا۔ 1850ء میں اسے شہری حیثیت ملی اس کی آب و ہوا، سمندر اور زرخیز زمین نے لوگوں کو یہاں رہنے پر آمادہ کیا۔ اس کے بعد سے اس کی آبادی میں بتدریج اضافہ ہوا شروع ہو گیا۔ مشرقی متحدہ ریاستوں کے لوگوں نے بھی اسے اپنے لئے پرسکون پایا اور یہیں ڈیرے ڈال دیئے۔

ملک کا یہ حصہ جس میں پہاڑ، صحرا اور کھیت وغیرہ شامل ہیں صحت افزاء مقام کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ٹریفک کا بڑا اژدہام بھی رہتا ہے اکثر دھوئیں کے بادل منڈلاتے رہتے ہیں۔

کھیلیں

یہاں کے لوگ زیادہ تر ڈاجرز (dodgers یعنی بیس بال)، کلپرز لیکرز یعنی باسکٹ بال، ریڈرز (raiders)، ریمز (rams یعنی فٹ بال) کنگز یعنی آئس ہاکی) کی کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ 1984ء کی اولمپک کھیلیں بھی یہیں منعقد ہوئیں۔

سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات

ہالی وڈ:

ہالی وڈ سیاحوں کی دلچسپی کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں سب سے بڑا فلمی مرکز بھی ہے۔ 1912ء کے بعد سے یہاں فلمیں بڑی تیزی سے بننے لگیں۔ اس کے فلم سٹوڈیوز عرصہ دراز سے متحرک فلموں کے لیے سب سے بڑے فلم سٹوڈیو کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

واٹس ٹاور:

دھات، پتھر، سیمنٹ، ٹائلوں، شیشے اور فالتو مادوں سے بنے ہوئے مجسموں کا ایک گروپ، یہ لاس اینجلز کے واٹس ڈسٹرکٹ میں واقع ہیں۔ انہیں 1954ء میں سائمن راڈن (simon rodin) (1879ء اور 1965ء) میوزیم آف نیچرل ہسٹری، نارٹن سائمن میوزیم میں 2 ہزار سال پرانی اشیاء محفوظ کی گئی ہیں۔

تعلیمی نظام:

تعلیمی اعتبار سے یہ بڑا ترقی یافتہ شہر بھی ہے۔ یہاں ہر قسم کے تعلیمی ادارے بھی ہیں۔

بندرگاہ:

لاس اینجلس کی بندرگاہ پورے امریکہ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یہاں بڑے بڑے جہاز لنگر انداز ہو سکتے ہیں۔ یہ شہر کے مرکز سے 40 کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔

ڈزنی لینڈ:

یہاں 1955ء میں والٹر ڈزنی لینڈ (1966-01ء) نے ڈزنی لینڈ تعمیر کرایا۔ اس کی ہر چیز مصنوعی ہے۔ اسے مصنوعی دنیا بھی کہا جا سکتا ہے۔

مواصلات کا نظام:

یہاں کا مواصلاتی نظام بڑا عمدہ ہے اس کا ریلوے سٹیشن نواحی شہروں کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے شہر میں بسیں وغیرہ چلتی ہیں۔ بین الاقوامی ہوائی اڈے بھی ہیں۔

فلک بوس عمارات:

یہ فلک بوس عمارات کا شہر بھی ہے۔ لیکن اس کی جس عمارت کا شمار دنیا کی مشہور عمارتوں میں ہوتا ہے ان میں لائبریری ٹاور کی عمارت بھی شامل ہے۔ 75 منزلہ یہ عمارت 1990ء میں مکمل کی گئی اس کی بلندی 310 میٹر ہے۔

صنعتیں:

یہ ایک بڑا صنعتی مرکز بھی ہے۔ یہاں برقیاتی مصنوعات، ہوائی جہازوں اور تیل صاف کرنے کی صنعتیں روز افزوں ہیں۔ دیگر صنعتوں میں غذا خصوصاً لیموں پھل، دھاتیں، چوبی اور کیمیائی اشیاء شامل ہیں۔ اس کے قریب تیل کے چشمے ہیں۔ 1890ء میں یہاں تیل دریافت ہوا۔

(مرسلہ: مکرم امان اللہ امجد صاحب)

لاس اینجلز۔ امریکہ اور اس کا ماحول

Oregon
Idaho
Utah
نیوادا
کیلیفورنیا
بحر الکاہل
لاس اینجلز
ایریزونا
میکسیکو

حضرت مصلح موعود کا صبر

دشمنوں کے وار چھاتی پر لئے مردانہ وار
پشت پر ڈستے رہے ہر وقت مار آستیں

ایسی باتیں جن سے پھٹ جاتا ہے پتھر کا جگر
صبر سے سنتا رہا ماتھے پہ بل آیا نہیں

کوئی پوچھے کس گنہ کی اس کو ملتی تھی سزا
کس خطا پر تیر برسائے گروہ ظالمیں

گریۂ یعقوب نصف شب خدا کے سامنے
صبر ایوبی برائے خلق باخندہ جبیں

صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں

حضرت نواب مبارکہ بیگم